

بچپن کے واقعات ذہن پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں جیسے پتھر پر لکھی کوئی تحریر ہو... اس کی نفسیات میں بھی کچھ ایسی گریں موجود تھیں جن سے وہ قدم قدم پر ٹھوکر کھا رہا تھا مگر لاشعوری طور پر ہر ٹھوکر اسے ایک نیا سبق پڑھا رہی تھی... اور جب اسے یہ سارے سبق یاد ہو گئے تو ایک ایک کر کے اس کی تمام گریں کھلنا شروع ہو گئیں کیونکہ... اس نے حساب کتاب کا ہنر پالیا تھا۔

## جذباتی بلیک میلنگ کے ہاتھوں اذیت پانے والوں کا انتقام

### حساب

### سریم کے حنان

کسی گھر کا چھوٹا بچہ ہونا کتنا بڑا عذاب ہے یہ بات صرف وہی جان سکتے ہیں جو کسی گھر میں چھوٹے ہوں اور گھر بھی میرے جیسا ہو تو کیا کہنے۔ میرے ساتھ گھر میں ماما پاپا کے علاوہ ایک بڑی بہن اور ایک بڑا بھائی بھی تھے۔ پاپا بندر گاہ پر لفٹ آپریٹر تھے ان کا کام بہت محنت والا تھا اس لیے جب وہ آتے تو بہت زیادہ تھکے ہوتے تھے۔ وہ گھر آنے کے بعد ماما کو پانی گرم کرنے کا کہتے اور اس کے بعد مجھ سے ہاتھوں کی مالش کراتے۔ دس سال کے بچے کے لیے یہ کام آسان نہیں تھا کیونکہ میرے پاپا بہت سخت جسم رکھتے تھے۔ ان کے بازو کی مالش کر کے خود میرے بازو میں درد ہونے لگتا تھا۔ لیکن میں انکار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس وقت گھر میں، میں ہی ہوتا تھا۔ بریڈ اور ناش گھر سے باہر ہوتے تھے۔

بریڈ مجھ سے دس برس بڑا تھا اور قانونی لحاظ سے... بالغ اور خود مختار بھی۔ اس کے باوجود وہ پاپا کے ساتھ رہتا اور کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ البتہ جب پاپا ماما سے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتے... تو اسے اپنی خود مختاری یاد آ جاتی اور وہ فوراً ماما پاپا کو یاد دلاتا کہ وہ قانونی لحاظ سے بالغ اور خود مختار ہو چکا





ہے۔ اس لیے وہ اسے اپنی کسی تجویز پر عمل کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ بے چارے ماما پاپا اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے تھے۔ یہی مسئلہ ناش کے ساتھ تھا۔ وہ بریڈ سے صرف ایک سال ہی چھوٹی تھی۔ اسے آئے دن نت نئے لڑکوں سے دوستی کا شوق تھا جن سے اکثر کوئی مسئلہ ہو جاتا اور اسے اس مسئلے سے نکالنا پڑتا تھا۔ لیکن ایک لڑکے سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے لڑکے سے دوستی کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاتی تھی اور ہر نئے لڑکے کے بارے میں اس کا یہی دعویٰ تھا کہ وہ اس سے سچی محبت کرنے لگی ہے۔

مجھے بھی یہی لگتا تھا وہ ہر لڑکے سے سچی محبت کرنے لگتی ہے کیونکہ میرے خیال میں ناش کی اوپری منزل عقل سے خالی تھی۔ اسے جو لڑکا اچھا لگتا ہے وہ فوراً اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ البتہ لڑکوں کو اس سے بالکل بھی محبت نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ صورت سے احمق نظر آنے والی اور کسی قدر موٹے نقوش والی لڑکی تھی۔ کچھ عرصے بعد اپنا مطلب نکل جانے کے بعد جب وہ ناش سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے تو وہ روتی دھوتی رہ جاتی تھی۔ دوبار اسے بچہ ضائع کرنے کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑا تھا۔ گھر والے میرے سامنے اس موضوع پر اشاروں کنایوں میں بات کرتے رہ جاتے اور سمجھتے تھے کہ میں کچھ نہیں سمجھ رہا ہوں حالانکہ میں سب سمجھتا تھا۔

بریڈ بیس سال کا ہونے کے باوجود کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ وہ ماما کا چہیتا تھا اس لیے ان سے اکثر رقم نکلوانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ جبکہ مجھے ماما پورے دن میں ایک ڈالر سے زیادہ نہیں دیتی تھی۔

ناش پاپا کی چہیتی تھی۔ لہذا وہ ان سے رقم نکلوا لیتی تھی۔

ناش کی شکایت ماما سے نہیں کی جاتی اور بریڈ کی پاپا سے چھپالی جاتی ہے۔

مگر میرے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔ نہ تو مجھے کوئی رعایت دی جاتی اور نہ میں ماما پاپا کا لاڈلاتھا۔ اس لیے کسی بھی غلطی کے نتیجے میں مجھے فوری سزا مل جاتی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میری رونی صورت دیکھ کر ماما پاپا میں سے کسی کو ترس آ جاتا تو دوسرا فوراً سزا دینے کا کام سنبھال لیتا اور ماما پاپا دونوں رحم کے موڈ میں ہوں تو ناش اور بریڈ ان کو کساتے۔

پچھلے دنوں میں لان میں فٹ بال کھیل رہا تھا کہ گیند غلطی سے برابر والے مائیکل بڈھے کی کھڑکی کے شیشے پر جا لگی اور شیشہ چھننے کے سے ٹوٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ بڈھا باہر آتا میں اندر بھاگ آیا۔ لیکن میری بد قسمتی کہ بال پر میرا

نام میری تحریر میں بڑا بڑا لکھا تھا اس لیے ایک منٹ بعد ہی بڈھا مائیکل بھی آن موجود ہوا۔ وہ نیویارک پولیس کارپنٹر ڈاؤ افسر تھا اور اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس کی پیدائش کا مقصد دوسروں کو تنگ کرنا تھا۔ اسی مقصد کو لے کر وہ پولیس میں بھرتی ہوا اور ریٹائرمنٹ کے بعد بس قسمت سے ہمارے پڑوس میں بس گیا۔

اس کے شور مچانے پر ماما باہر گئیں تو اس نے فٹ بال کو ثبوت کے طور پر پیش کیا اور میں واردات کے دو منٹ بعد پکڑا گیا۔ ماما نے میری رحم کی اپیل مسترد کرتے ہوئے پہلے مجھے ٹوٹی کھڑکی کا شیشہ صاف کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد میں جا کر شیشہ لگانے والے کو لے کر آیا اس نے شیشہ لگایا اور بل تھما کر چلا گیا۔ پہلے ماما نے سزا دی اور شام کو مجھے مع بل کے پاپا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ بل خاصا زیادہ تھا اور پاپا نے دو دن بعد تنخواہ ملنے پر ادائیگی کی تھی اس دوران میں دوبار میری مرمت ہوئی تھی۔

یہ صرف ایک مثال تھی کہ اس گھر میں میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ بریڈ یا ناش نے مجھے کسی مقصد میں استعمال کیا اور جب میں پھنسا تو انہوں نے سارا الزام میرے سر ڈال دیا۔ جب میں صرف سات سال کا تھا تو بریڈ اور ناش نے شاپنگ کے دوران اسٹور سے چاکلیٹس چرائیں اور جب اسٹور کا ملازم ان کی طرف آنے لگا تو انہوں نے یہ چاکلیٹس میرے بیگ میں ڈال دیں۔ ملازم نے بریڈ اور ناش پر چاکلیٹ چرانے کا الزام لگایا اور انہوں نے ڈھٹائی سے اس کی تردید کر دی۔ میرا خوف سے برا حال تھا۔ ناش اور بریڈ اشاروں میں مجھے وہاں سے دفع ہو جانے کو کہہ رہے تھے لیکن میں ان کے اشارے نہیں سمجھ سکا اور ان کے ساتھ ساتھ جڑا ہوا اسٹور کے منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ منیجر نے ناش اور بریڈ کی تلاشی لی لیکن چاکلیٹ ان کے پاس ہوتی تو ملتی۔ وہ تو میرے بیگ میں تھی۔ جب منیجر کو پتا چلا کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں تو اس نے میری بھی تلاشی لینے کا حکم دیا اور چاکلیٹ میرے بیگ سے برآمد ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر ناش اور بریڈ نے بیک وقت سارا الزام میرے سر ڈال دیا۔ میں نے حقیقت بتائی چاہی تو ان دونوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ وہ تو منیجر شریف آدمی تھا اس نے مجھے بچایا اور معاملہ دفع دفع کرنے کے لیے پاپا کو کال کر دی۔

پاپا کام چھوڑ کر آئے تھے اور اس روز ان کی طبیعت بھی خراب تھی اس لیے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہوگا؟ منیجر کے سامنے تو ناش اور بریڈ نے مجھے چپ کرادیا



تھا لیکن جب گھر لانے کے بعد پاپا نے میری دھنائی کا ارادہ کیا تو میں نے رورو کرناش اور بریڈ کی حرکت کے بارے میں بتایا۔ یہ اور بات کہ میری پٹائی ذرا کم ہوئی مگر ماما پاپا نے ناش اور بریڈ کو کچھ نہیں کہا تھا۔

میرے لیے یہ بہت بڑا شاک تھا۔ ایک تو بریڈ اور ناش کے کیے کی سزا مجھے ملی دوسرے ماما پاپا کی نظر میں میری ساکھ ہمیشہ کے لیے خراب ہو گئی تھی۔ اس دن سے وہ دونوں میری نظر میں بہن بھائی نہیں رہے بلکہ دشمن بن گئے تھے۔ اب کوئی بھی بات ہوتی، گھر میں کوئی چیز ٹوٹی یا خراب ہوتی سب سے پہلے الزام مجھ پر آتا اور سب سے پہلے مجھ سے نفی کش کی جاتی تھی۔

ناش اور بریڈ کو ناپسند کرنے کے باوجود میں ان سے چھٹکارا نہیں پاسکا کیونکہ وہ میرے بڑے بہن بھائی تھے کبھی کبھی مجھے سخت افسوس ہوتا کہ میں ان دونوں سے بڑا کیوں نہیں ہوا۔ کم سے کم میں خود تو اس گھر سے جاسکتا تھا۔ مگر موجودہ صورت حال میں مجھے ابھی آٹھ سال اور انتظار کرنا پڑے گا تب کہیں جا کر میں اپنی مرضی کرنے کے قابل ہوتا۔

ناش اور بریڈ کا رویہ شروع سے میرے ساتھ خود غرضانہ بلکہ کسی حد تک سفاکانہ رہا تھا۔ میں ان کا چھوٹا بھائی تھا لیکن ان کو مجھ سے کوئی محبت نہیں تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ میں کسی وجہ سے خوش ہوتا تو وہ کوئی نہ کوئی ایسا کام کر جاتے جس سے میری ساری خوشی خاک میں مل جاتی تھی۔

میرے سارے کھلونے ناش اور بریڈ اپنی خوبصورتی سے برباد کر دیتے کہ لگتا جیسے میں نے اپنی چیز خود خراب کی ہے۔ ماما پاپا مجھ پر خفا ہوتے اور پھر بہ طور سزا بہت دنوں تک مجھے کوئی چیز نہیں ملتی۔ اسٹور سے چاکلیٹ چرانے والے واقعے کے بعد ماما پاپا میری کسی بات پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔

ناش اور بریڈ تعلیم کے معاملے میں نکتے تھے۔ بریڈ نے بڑی مشکل سے رورو کر ہائی اسکول پاس کیا اور ناش ان دنوں ہائی اسکول کے آخری سال میں تھی۔ کیونکہ دونوں کو پڑھائی سے کمزور زیادہ غیر نصابی سرگرمیوں سے دلچسپی تھی بریڈ کا شوق تھی تھی۔ اس نے ایک چھوٹا لکی پٹ پال رکھا تھا۔ بہت لمبی ٹیلس سے جسم پر بے تحاشہ بالوں والا یہ کتا مجھے سخت زہر لگتا تھا۔

مجھے جانور برے نہیں لگتے لیکن جو دی نے اپنے مالک کی طرح میری زندگی اجیرن کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ روزیج آکر میرے بستر میں گھس جاتا اور یہ کام وہ غریب حاجت سے فارغ ہونے کے بعد کرتا جب اس کے

پاکی سے سخت بدبو آرہی ہوتی تھی اور بو میرے بستر میں بس جاتی تھی۔ نہ جانے یہ اس کی ذاتی خباثت تھی یا بریڈ اسے سکھاتا تھا۔ اس نے کئی بار ایسا کیا تو میں نے تنگ آکر اپنا دروازہ اندر سے بند کرنا شروع کر دیا۔ اس پر وہ کھڑکی کے راستے اندر آ جاتا کیونکہ میرے کمرے کی کھڑکی لان کی طرف کھلتی تھی۔ تنگ آکر میں نے کھڑکی بھی بند کر دی۔ بریڈ اور ناش کے ساتھ ماما پاپا کا رویہ بھی میرے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ ایک تو وہ مجھے کسی معاملے میں معاف نہیں کرتے تھے دوسرے جن کاموں پر وہ بریڈ اور ناش کو کچھ نہیں کہتے تھے اگر میں کرتا تو فوراً میری شامت آ جاتی۔

تعلیم کے معاملے میں بھی ماما پاپا مجھ پر کڑی نگرانی رکھتے۔ میرے امتحانات اور ٹیسٹ کا مجھ سے زیادہ ان کو پتا ہوتا۔ کسی مضمون میں میرے نمبر ذرا سے کم ہوتے تو ایسا لگتا جیسے قیامت آگئی ہو۔ کبھی کبھی ایسا لگتا جیسے بریڈ اور ناش کے حصے کی تعلیم بھی وہ مجھے دلوانا چاہتے ہوں۔ ناش دو بار قبل ہو کر اسی کلاس میں رہ گئی لیکن ماما پاپا نے اسے سوائے معمولی سی سرزنش کے اور کچھ نہیں کہا۔ یہی حال بریڈ کا رہا۔ اسکول کے بعد اس نے کالج یا کسی اور تعلیمی ادارے میں داخلے کے بارے میں بھاپ بھی نہیں نکالی بلکہ جب ماما پاپا اسے کہیں داخلہ لینے کو کہتے تو وہ بات ٹال جاتا۔ اس کی زندگی کا واحد مقصد جیسے جو دی رہ گیا۔

اسکول سے آنے کے بعد تنہائی میں بیٹھے یا اکیلے فٹ بال کھیلتے ہوئے میں گھنٹوں اس نا انصافی پر کڑھتا تھا۔ دس سال کا لڑکا عقل مند اور ذہین ہو جاتا ہے اور وہ بہت سارے ایسے کام کر سکتا ہے جو بڑے کرتے ہیں۔ یہ خیال بریڈ اور ناش کا ہے۔ اب وہ مجھ سے کچھ ایسے کام لینے لگے تھے جو میں پہلے نہیں کر سکتا تھا اور وہ خود کرتے تو انہیں کسی خطرے کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان کے لیے کسی خطرے سے بچنے کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ مجھے خطرے کے آگے کر دیتے۔

مصیبت یہ ہے کہ میں انکار بھی نہیں کر سکتا اگر میں ایسا کرتا تو وہ میرے خلاف انتقامی کارروائی پر اتر آتے تھے۔ مجھے مارتے پیٹتے اور ماما پاپا سے میری جھوٹی شکایت اس طرح لگاتے کہ وہ ان کو سچ نظر آتی۔ مجبوراً ان کے شر سے بچنے کے لیے مجھے ان کی بات ماننی پڑتی ہے۔

کئی تجربات کے بعد میں جان گیا کہ اگر ناش اور بریڈ مجھے کسی کام پر مجبور کریں تو میں ممکنہ حد تک اپنے ہاتھ پاؤں بچا کر وہ کام کروں اور بد قسمتی سے پھنس جاؤں تو ماما پاپا سے ان کی شکایت نہ کروں کیونکہ اس صورت میں مجھے بہن بھائی



مشکل کام نہیں ہے۔“  
 ”مشکل کام نہیں ہے تو وہ خود کیوں نہیں کر لیتا۔“ میں نے دل میں سوچا۔ مگر میں یہ بات منہ سے نہیں کہہ سکا۔  
 ”وہاں نگرانی والے کیسرے لگے ہیں۔“  
 ”مجھے معلوم ہے اور تمہیں ابھی طرح معلوم ہے کہ کیسرے کہاں کہاں ہیں اس لیے تم ان سے بچ کر کام کر سکتے ہو۔“  
 ”بہت مشکل ہے تم....“ میں نے کہنا چاہا مگر اس نے میرا بازو مروڑ کر پشت سے لگا دیا میں تکلیف سے کراہا۔ ”پلیز مجھے درد ہو رہا ہے۔“

بریڈ نے دانت نکوسے۔ ”ابھی تم کو پتا نہیں ہے اگر میں نے ذرا سا اور زور دیا تو تمہارا بازو کہنی سے نکل جائے گا اور تم دو تین مہینے تک بازو گلے میں لٹکا کر پھرو گے۔ بولو تمہیں کیا منظور ہے؟“

میں نے ہار مان لی۔ ”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔“  
 اس نے میرا بازو چھوڑ دیا اور تحکمانہ انداز میں بولا۔  
 ”تمہیں یہ کام آج ہی کرنا ہے۔“

اب میں فکر مند تھا کہ میں کیسے یہ کام کروں۔ مجھے معلوم تھا کہ شام چار سے رات آٹھ بجے تک مسٹر سیور کے اسٹور میں بہت رش ہوتا ہے۔ میں اسی وقت کام کر سکتا تھا۔ لہذا میں چھ بجے اسٹور پہنچا کیونکہ اس وقت اندر کی روشنیاں جلائی جاتی ہیں اور کیسروں کی حساسیت تبدیل کی جاتی ہے۔ ان کو کم روشنی والے موڈ پر کیا جاتا ہے۔ یہ کام سوا چھ بجے کیا جاتا ہے۔ پندرہ منٹ تک کیسرے اتنا اچھا کام نہیں کر پاتے کیونکہ روشنی کم ہو جاتی ہے۔

کتے کی خوراک والا پیکٹ زیادہ بڑا نہیں تھا، یہ ذرا لمبا سا تھا اور آسانی سے میرے ڈھیلے ٹراؤزر کی جیب میں آسکتا تھا۔ اصل مسئلہ اسے ریک سے اٹھا کر جیب میں رکھنا تھا اور یہ کام آسان نہیں تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے مجھے اسے رکھنے کا موقع مل گیا۔ جہاں ریک میں کتے کی خوراک رکھی تھی وہاں میرے آگے پیچھے دو موٹی عورتیں شاپنگ کر رہی تھیں اور میں نہ صرف کیسرے بلکہ دوسروں کی نظروں سے بھی بچ گیا۔ میں نے آرام سے ایک پیک اپنے ٹراؤزر کی جیب میں رکھا اور ان عورتوں کے درمیان سے نکل گیا۔

ایک بار کام ہونے کے بعد قسمت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس وقت میں باہر نکل رہا تھا تو ایک شخص کا کتا اچانک میری طرف لپکا اور بری طرح غرانے لگا۔ ظاہر ہے اسے مجھ سے کوئی پر خاش نہیں تھی شاید اسے میرے پاس سے اپنی پسندیدہ خوراک کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں بوکھلا گیا سب میری

پر اترام لگانے کی سزا بھی ملتی ہے۔ اس لیے خاموشی بہتر ہے۔ مگر اس کا نقصان یہ ہوا کہ بریڈ اور ناش میرے معاملے میں دلیر ہوتے چلے گئے اور وہ یوں مجھ سے کام لیتے جیسے میں ان کا زرخیز غلام ہوں۔ ان لوگوں کے خلاف میرے پاس ایک ہی ہتھیار ہے یعنی میری ذہانت۔ کئی بار میں اسے کام میں لے کر ان لوگوں کے چکر سے نکلا۔ ایک بار بریڈ نے مجھ سے جودی کے لیے خوراک چرانے کو کہا۔ یہ بہت اعلیٰ درجے کی خوراک تھی جو خاص طور سے کتوں کے لیے تیار کی جاتی تھی۔ بریڈ کے پاس اتنی رقم نہیں ہوگی کہ وہ جودی کو یہ خوراک خرید کر کھلا سکے۔

یہ خوراک اصل میں ہمارے گھر کے پاس ایک اسٹور میں موجود تھی جس نے اس کی ڈسٹری بیوشن لی ہوئی ہے۔ اسٹور کے عقیبی حصے میں ایک بڑا سا گودام تھا جس میں خوراک کے ڈبے رکھے جاتے تھے۔ مجھے اس بارے میں معلوم تھا کیونکہ ایک دو بار اسٹور کے مالک مسٹر سیور نے مجھے ڈبے رکھنے کا کام دیا تھا اور اس کے بدلے انہوں نے مجھے دس ڈالر زد دیے۔ جب بریڈ نے مجھ سے یہ کام کرنے کا کہا تو میں نے انکار تو نہیں کیا مگر بریڈ سے کہا۔  
 ”مسٹر سیور اچھے آدمی ہیں۔“

”اچھے آدمی۔“ اس نے طنز یہ انداز میں کہا۔ ”کیا اس لیے کہ اس نے تم سے گدھے کی طرح کام لینے کے بعد تمہیں دس ڈالر زخمی دیے تھے۔“

”وہ کام اتنا نہیں تھا۔“ میں نے احتجاج کیا۔ ”مسٹر سیور نے مجھے زیادہ معاوضہ دیا تھا۔“  
 ”اوکے دیا ہوگا لیکن تم اسے اپنے ذہن پر سوار مت کرو اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“

مسٹر سیور کے گودام میں جانے کے دو راستے تھے۔ ایک سامنے اسٹور کی طرف سے اور دوسرا عقیبی گلی سے۔ سامان عام طور سے اسی طرف سے لایا اور لے جایا جاتا تھا۔ عقیبی راستہ بند رہتا تھا اور اس کے دروازے کی چابی صرف مسٹر سیور کے پاس ہوتی تھی۔ اسٹور کی طرف والا دروازہ کھلا رہتا تھا مگر اس سے گزرتا بھی محال تھا کیونکہ دروازے کے عین سامنے کیش کاؤنٹر ہے جہاں موجود مسٹر سیور کی نظریں ہمہ وقت گودام کے دروازے کی طرف رہتی ہیں۔ میں نے بریڈ سے کہا۔

”گودام سے کتے کی خوراک چرانا ممکن نہیں ہے۔“  
 ”احتمالاً تم سے گودام سے چرانے کو کون کہہ رہا ہے۔ تم اسٹور میں موجود صلیف سے ایک پیک نکال لاؤ اور یہ زیادہ



”رقم سے نہیں میں نے مفت میں لیا ہے۔ مسٹر سیور نے مجھے تمہارے ساتھ پیش آنے والے واقعے کی تلافی میں یہ ایسے پانچ پیک دیے ہیں۔“

میرا صدمے سے برا حال ہو گیا۔ مسٹر سیور نے مجھے ایک ڈالروالی چاکلیٹ پر ٹر خادیا تھا اور بریڈ کو منہ بند رکھنے کے بدلے میں ایک سودس ڈالرز مالیت کے پانچ پیک دے دیے۔ ایسا لگ رہا تھا ماما پاپا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ قدرت بھی میرے مقابلے میں بریڈ اور ناش پر مہربان ہے۔ ہماری گلی میں پارٹل نامی نوجوان بھی رہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ناش اس سے بھی محبت کرنے لگی ہے۔ کیونکہ اس نے دو تین بار مسکرا کر ناش کی طرف دیکھا تھا۔ ایسی معمولی باتوں پر کسی کی محبت میں مبتلا ہو جانا ناش کے لیے عام سی بات تھی۔ لیکن جب پارٹل نے مسکرانے کے علاوہ کوئی اور رد عمل ظاہر نہیں کیا تو ناش اس سے برگشتہ ہو گئی اور اس نے پارٹل سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ مجھے اس نے پوری بات نہیں بتائی ممکن ہے اس نے پارٹل کی توجہ حاصل کرنے کی کوئی عملی کوشش بھی کی ہو اور اس کی طرف سے انکار پر انتقامی کارروائی پر اتر آئی ہو۔ جب ناش مجھے یہ قصہ سنا رہی تھی تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ اب میری شامت آنے والی ہے۔

”میں کچھ نہیں کروں گا۔“ میں نے جلدی سے کہا۔

”جیڈ میرے بھائی۔“ ناش کا لہجہ شیریں ہو گیا۔

”میں نہیں تمہارا بھائی بریڈ ہے۔“ میں نے جلدی سے اسے اس کے الفاظ یاد دلانے جو وہ اکثر دہرائی رہتی تھی۔

”تم بھی تو ہو۔“ اس کا لہجہ مزید شیریں ہو گیا۔

”ہاں جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے اور تم نے مجھے آگے کرنا ہو تو مجھے بھائی بنا لیتی ہو۔“ میں نے چڑ کر کہا۔

”میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گا۔“

میرے اس انکار کا ناش پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مجھے کسی کام کے لیے کس طرح قائل کیا جاسکتا ہے۔ اس نے مجھے کچھ دھمکیاں دیں اور میں فوراً سیدھا ہو گیا۔ وہ بریڈ کی طرح میرا ہاتھ نہیں مروڑتی تھی۔ بلکہ اس سے زیادہ خوف ناک انتقام لیتی تھی۔ مثال کے طور پر ایک بار میں نے ناش کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے جا کر پاپا سے شکایت لگا دی کہ میں ہاتھ روم میں جھانک کر اسے نہاتے دیکھتا ہوں۔ اس روز پاپا نے چڑے کی بیلٹ سے میری پٹائی کی۔ میں جانتا تھا کہ وہ اب چاہتی ہے کہ میں پارٹل سے اس کا بدلہ لوں۔ میں نے اعتراض کیا۔ ”میں کیسے اس سے انتقام لے سکتا ہوں وہ مجھ سے بہت بڑا ہے۔“

طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ کتے کا مالک اس کی زنجیر کھینچ کر اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔ کتا تربیت یافتہ تھا مالک کی ڈانٹ سن کر دب گیا۔ مگر اس نے اپنا کام کر دیا۔ میں نے مسٹر سیور کو اپنی طرف آتے دیکھا اور مجھے معلوم تھا کہ ان کی نظر کتنی تیز ہے وہ یقیناً میرے ٹراؤزر کی لنگی جیب دیکھ لیتے۔ اس وقت مجھے کچھ اور نہیں سوچا تو میں کتے سے ڈرنے کے انداز میں پیچھے ہٹا اور ایک ریک کی آڑ میں آتے ہی خوراک کا پیک نکال کر اس ریک میں سامان کے پیچھے ڈال دیا۔

مسٹر سیور نے گاہک سے کہا کہ وہ اپنے کتے کو باہر لے جائے کیونکہ وہ اسٹور میں آنے والے لوگوں کو ہراساں کر رہا ہے۔ وہ بے چارہ کتے کو باہر لے گیا۔ مسٹر سیور نے آکر مجھے اٹھایا کیونکہ میں فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ انہوں نے میرا معائنہ کیا۔ ”تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟“

”نہیں مسٹر سیور میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ میں نے جلدی سے کہا۔

مسٹر سیور کی تسلی نہیں ہوئی وہ مجھے کاؤنٹر کی طرف لے کر آئے اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ پیک چھپانے والی بات بروقت میرے ذہن میں آگئی ورنہ جس وقت مسٹر سیور چوٹ دیکھنے کے لیے مجھے ٹول رہے تھے میں لازمی پکڑا جاتا۔ دراصل مسٹر سیور کو اپنے اسٹور کی ساکھ کی فکر تھی۔ اس لیے انہوں نے تسلی کر لی کہ میں زخمی نہیں تھا اور بعد میں ان کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس واقعے کی تلافی کے طور پر انہوں نے مجھے چاکلیٹ کا پورا ایک بار دے دیا۔

میں خوشی خوشی باہر آیا لیکن جب میں نے بریڈ کو اگلی گلی میں اپنا منتظر پایا تو میری خوشی ہوا ہو گئی۔ اس نے دیکھ لیا کہ میرے ٹراؤزر کی جیب خالی ہے اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”پیک کہاں ہے؟“

میں نے تھوک نگل کر کہا۔ ”وہ میں نہیں لاسکا۔“

بریڈ نے میرا بازو مروڑ کر پشت سے لگا دیا۔ ”کیوں؟“

میں کراہا اور جلدی جلدی اسے اسٹور میں پیش آنے والا واقعہ بتانے لگا۔ اس نے میری بات پر یقین کر لیا کیونکہ اس واقعے کی تصدیق آسانی سے کی جاسکتی تھی۔ اس نے میرا بازو چھوڑ دیا۔ اس رات کو جب میں نے جودی کو وہی خوراک کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے میں پکڑے جانے سے بال بال بچا تھا۔ میں دنگ رہ گیا۔ بریڈ مسکرا رہا تھا۔

”تم نے یہ خوراک کیسے لی اور جب تمہارے پاس رقم تو مجھے کیوں بھیجا؟“



”بے وقوف تمہیں اسے مارنا نہیں ہے اور تم اس قابل بھی نہیں ہو تمہیں دوسرے طریقے سے بدلہ لینا ہے۔ تم نے پارل کا کتا دیکھا ہے؟“

پارل کا کتا اس سے بھی زیادہ بگڑا تھا۔ ”ہاں دیکھا ہے۔۔۔ لیکن میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔“

”تمہیں اس کے پاس نہیں جانا ہے بلکہ اسے ایک پیسٹری کھلانی ہے۔“

”کیسی پیسٹری؟“ میں نے شک سے کہا۔ ”میں کسی جانور کو زہر نہیں دے سکتا۔“

”بے وقوف وہ تو میں بھی نہیں دے سکتی۔۔۔ پیسٹری میں ایک دوا ہوگی جس سے کتے کا دماغ الٹ جائے گا اور وہ پارل کو پہچاننے سے انکار کر دے گا۔“

میں نے انسانوں میں ایسے کیس دیکھے ہیں کہ کسی کا دماغ الٹ جائے تو وہ اپنے قریبی عزیزوں کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے لیکن کسی کتے کے بارے میں یہ اطلاع نئی تھی کہ وہ بھی کسی کو پہچاننے سے انکار کر سکتا ہے یعنی اس کی یادداشت بھی گم ہو جائے گی۔ میں نے کہا۔ ”ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا کتے بھی کچھ بھولتے ہیں؟“

”وہ پاگل ہو جائے گا۔“ ناش نے اطمینان سے کہا۔

”جب پاگل ہو جائے گا تو اسے کچھ یاد کہاں رہے گا۔“

”پاگل ہو جائے گا۔“ میں ڈر گیا۔ ”اگر اس نے مجھے

کاٹ لیا تو میں بھی پاگل ہو جاؤں گا۔“

”فکر مت کرو وہ اتنی جلدی نہیں پاگل ہو گا۔ بس تم

اسے پیسٹری کھلا کر بھاگ آنا۔“

میں نے سوچا۔ ”اگر اس نے پارل کو کاٹ لیا تو۔۔۔؟“

”تمہیں اس سے کیا۔“ ناش تجھنجلائی۔ ”تمہیں جو کہا

ہے وہ کرو۔“

مجھے یہ کام زیادہ دشوار نہیں لگا کیونکہ پارل کے کتے

سے میری تھوڑی سی دوستی ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی شام کو پارل

اسے ٹہلانے کے لیے نکلتا۔۔۔ تو میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر

دیتا تھا۔ بات یہ ہے کہ کتوں سے مجھے بھی دلچسپی ہے وہ تو مجھے

صرف بریڈ کے کتے جو دی سے چڑھتی۔ ورنہ کتے مجھے اچھے

لگتے تھے۔ اس کے باوجود مجھے تردد ہو رہا تھا کہ میں ایک کتے

کو پاگل کرنے والی پیسٹری کھلاؤں گا۔ میرے بس میں ہوتا تو

میں ناش کو انکار کر دیتا لیکن مصیبت یہ ہے کہ ناش اس معاملے

بہت سنجیدہ تھی۔ پتا نہیں اسے پارل سے اتنی نفرت کیوں ہوگئی

تھی کہ وہ اس سے اس قسم کے انتقام پر اتر آئی تھی۔ اس کا موڈ

دیکھنے کے باوجود میں نے ہمت کر کے کہا۔

”ناش ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کتے کو معاف کر دو آخر

اس کا کیا قصور ہے؟“

”قصور ہے۔“ وہ غرائی۔ ”اس کیلئے نے مجھے اپنے

کتے سے بھی کم سمجھا ہے۔“

اس کا اشارہ یقیناً پارل کی طرف تھا۔ اس میں بھی مجھے

کتے کا کوئی قصور نظر نہیں آیا۔ قصور پارل کا تھا اور سزا وہ اس

کے کتے کو دینا چاہتی تھی۔ مجھے یہ کام کرنا ہی تھا میں نے سر ہلا

دیا۔ ”ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا لیکن اگر میں پھنسا تو میں

تمہارا نام لے دوں گا۔“

”وہ بعد کی بات ہے۔“ ناش خوش ہوگئی۔ ”اس کیلئے کو سزا

دینے کے لیے میں جہنم میں بھی چھلانگ لگانے کو تیار ہوں۔“

وہ کہاں جہنم میں چھلانگ لگا رہی تھی۔ بلکہ مجھے جھونک

رہی تھی۔ اگلے دن اس نے مجھے وہ پیسٹری لا کر دی جس کے

کھانے سے بہ قول اس کے، کتے کا دماغ الٹ جاتا اور وہ

پارل کو پہچاننے سے انکار کر دیتا۔ ناش نے مجھ سے

کہا۔ ”اسے بہت احتیاط سے رکھنا۔ میں نے بڑی مشکل سے

یہ دوا حاصل کی ہے، بار بار نہیں ملتی ہے۔“

”فرض کرو میں نے پیسٹری کتے کے سامنے ڈالی اور

اس نے نہیں کھائی تو تم اسے میرا قصور تو شمار نہیں کرو گی؟“

میں نے خدشے کا اظہار کیا۔

”تمہیں یہ پیسٹری ہر صورت میں اسے کھلانی ہے۔“

اس نے جواب دیا۔ ”اگر تم ناکام رہے تو پاپا کی بیلٹ کا سامنا

کرنے کے لیے تیار رہنا۔“

اس کی بات نے مجھے لرزادیا تھا۔ پاپا نے بڑی بے

دردی سے مجھے مارا تھا اور اب میں کسی صورت ان کی بیلٹ کا

سامنا کرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے رو دینے والے لہجے میں

کہا۔ ”تم بہت ظالم بہن ہو تم نے مجھ پر جھوٹا الزام لگو کر پاپا

سے پتوایا تھا۔“

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔ ”مجھے افسوس تو ہوا لیکن

تمہیں بتانا ضروری تھا کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔ امید ہے اب

تم میری حکم عدولی کا خیال بھی دل میں نہیں لاؤ گے۔“

میں نے دل ہی دل میں اسے بے شمار سنائیں اور عہد

کیا کہ زندگی میں کبھی موقع ملا تو اس سے اور بریڈ سے ان کے

مظالم کا بدلہ ضرور لوں گا۔ ناش نے مجھے دو دن کا وقت دیا تھا

کہ میں کتے کو اس دوران میں پیسٹری کھلا دوں۔ ورنہ اس

کے بعد پیسٹری میں شامل کی جانے والی دوا کی افادیت ختم ہو

جائے گی۔ مجھے اس کی بات پر ہنسی آئی تھی۔ وہ افادیت کا ذکر



”میں چاہتا ہوں تم کتا چرانے میں میری مدد کرو۔“ وہ اطمینان سے بولا۔ میں نے انکار کیا۔

”میں کتا نہیں چرا سکتا اور پارل کا کتا بہت خطرناک ہے۔“

”جھوٹ مت بولو مجھے معلوم ہے وہ تم سے مانوس ہے اور تم اسے لاسکتے ہو۔“

”یہ غلط ہے...“ میں نے کمزور لہجے میں جواب دیا۔ ”میں بس ایک دو بار اس کے پاس گیا ہوں۔“

”یعنی وہ تمہیں پاس آنے دیتا ہے۔ اس صورت میں تم اسے بآسانی باکس تک لاسکتے ہو۔“

”باکس؟“

”ہاں اسے ایک باکس تک لانا ہے۔ میں اسے باکس میں بند کر کے لے جاؤں گا۔“

”باکس تک کیسے لاؤں گا؟“

”یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔“

”اگر پارل کو پتا چل گیا تو؟“

”کیسے پتا چلے گا کیا تم اسے بتا کر کتلاؤ گے؟“

میں دہری مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ ناش چاہتی تھی کہ میں کتے کو دوامی پیسٹری کھلا دوں اور بریڈ اسے اغوا کرانا چاہتا تھا جو پیسٹری کھلانے سے بھی مشکل کام تھا۔ دونوں میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں نے بریڈ سے جان چھڑانے کے لیے کہا۔ ”اچھا میں دیکھتا ہوں کہ یہ کام کس طرح ہو سکتا ہے۔“

”خیال رہے کسی اور کو اس بات کا پتا نہ چلے۔“ بریڈ نے دھمکانے والے انداز میں کہا۔

میں نے منہ بنایا۔ ”مجھے شوق نہیں ہے کسی کو بتاتے پھرنے کا۔“

پارل اپنے گھر میں اکیلا رہتا تھا۔ اس کا واحد ساتھی اس کا کتا تھا۔ یہ بل ڈاگ اور کسی دوسری نسل سے مخلوط تھا۔ نسبتاً چھوٹا لیکن بہت طاقت ور تھا۔ جب وہ گلی میں نکلتا تو اس کے خوف سے بچے اپنے گھروں میں گھس جاتے کیونکہ وہ عام کتوں کی نسبت کسی سے فری نہیں ہوتا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی یا بد قسمتی تھی کہ وہ مجھ سے مانوس تھا اور میں اس کے پاس جاتا تو وہ کوئی رد عمل ظاہر نہیں کرتا تھا۔

میں پارل کے گھر کے پاس پہنچا تو وہ گھر میں نہیں تھا اور اس کا کتا سید گھر کے لان میں موجود تھا۔ جیسے ہی میں نے لکڑی کی بازو کو چھوا وہ آن موجود ہوا۔ اسے اچانک سامنے دیکھ کر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا لیکن اس کا موڈ پارل دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔ اگر وہ جارحانہ موڈ میں ہوتا تو مجھے وہاں سے بھاگنا پڑتا۔ یہ چھوٹی بازو ہلاک کر باہر آتا

ہوں کر رہی تھی جیسے دواکتے کے لیے فائدے مند تھی۔ جب کراسے کھا کر وہ بے چارہ اپنی یادداشت سے محروم ہو جاتا۔ دوسری بات یہ تھی کہ دو دن میں تو خود پیسٹری بھی خراب ہو جاتی اور پارل کا کتا اسے منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔ وہ بہت نفس کش کا کتا ہے۔

میں شام کو پارل کے کتے کو دیکھنے کے ارادے سے نکل رہا تھا کہ لان میں آرام کرسی پر لیٹے بریڈ نے مجھے آواز دی۔ ”برخوردار کہاں جا رہے ہو بے قدموں؟“

میں مردہ قدموں سے اس کے پاس آیا۔ وہ جب مجھے اس طرح پکارتا تو میں سمجھ جاتا کہ اب کسی معاملے میں میری شامت آنے والی ہے۔ ”کچھ نہیں بس ذرا ایسے ہی باہر جا رہا ہوں۔“

”بلاوجہ گھومنا پھرنا صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا ہے۔“ اس نے نصیحت کرنے کے انداز میں کہا اور پھر پوچھا۔ ”تم نے پارل کا کتا دیکھا ہے؟“

میں دنگ رہ گیا اسے کیسے پتا چلا؟ میں نے گڑبڑا کر کہا۔ ”ہاں دیکھا ہے کیا ناش نے تم کو بتایا ہے؟“

”کیا بتایا ہے؟“ اس نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا۔ ”کچھ نہیں۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”ہاں دیکھا ہے۔“

”مجھے وہ کتا چاہیے۔“

میں پھر دنگ رہ گیا۔ ”پارل کا کتا؟... لیکن تمہیں اس کا کیا کرتا ہے؟“

”اچار ڈالنا ہے۔“ وہ بولا۔

”مرضی تمہاری... لیکن اس کے لیے تمہیں پارل سے بات کرنی ہوگی۔“

”میں اس سے بات کر چکا ہوں اور وہ اپنا کتا کسی قیمت پر دینے کو تیار نہیں ہے۔“

”جب وہ تیار نہیں ہے تو تم اس کا کتا کیسے حاصل کرو گے؟“

”میں نے سوچ لیا ہے میں پارل کا کتا چرا لوں گا۔“

میں پریشان ہو گیا۔ ”چرا لو گے... تم فوراً پکڑے جاؤ گے۔“

”میں اتنا یا گل نہیں ہوں... میں اسے اپنے ایک دوست کے فارم پر رکھوں گا۔“

کتا چرا کر دوست کے فارم پر رکھنے میں کیا مرز ہے؟ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ ”ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔“ میں نے باہر جانے کی نیت کرتے ہوئے کہا۔ لیکن لیڈ نے اچانک ٹانگ اڑادی اور میں منہ کے بل گرا۔ شکر ہے نیچے گھاس تھی۔ اس نے دانت نکوسے۔

”اتنی جلدی کیا ہے برخوردار؟“

”تم کیا چاہتے ہو؟“

آخر  
پنے  
مجھے  
س  
رہلا  
بس  
مزا  
لے  
دہ  
لے  
ر  
ا



اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بہر حال سیڈ نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ وہ دم ہلا رہا تھا۔ میں مارے جوش کے اسے وہ پیسٹری دینے والا تھا جو ناش نے مجھے دی تھی کہ اچانک خیال آیا کہ بریڈ کتے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ اگر کتا پاگل ہو گیا تو بریڈ کا کام نہیں ہو سکے گا اور اس بات کے مجھ پر کیا منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ فی الحال میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا اس لیے میں نے کتے کو پیسٹری کھلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بریڈ نے کتے کو کسی باکس میں بند کرنے کو کہا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ میں سیڈ جیسے خطرناک کتے کو کسی باکس میں کس طرح بند کر سکتا تھا۔ میں واپس گھر آیا تو بریڈ کہیں جا چکا تھا اور ناش گھر میں تھی اس کے سوالات سے بچنے کے لیے میں دبے قدموں اوپر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں پہلے بریڈ سے اس کا منصوبہ جان لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ہی میں کوئی عملی قدم اٹھا سکتا تھا۔ بریڈ حسب معمول رات دیر سے گھر آیا۔ میں جلد سو جانے کا عادی تھا۔ اس لیے نیند سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔ جیسے ہی بریڈ آیا میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ میرا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ کسی کے ساتھ ہوگا۔ مگر اس کے کمرے میں ایک لڑکی موجود تھی اور وہ جاے سے باہر ہو رہی تھی۔ میں فوراً واپس آ گیا۔ بریڈ کچھ دیر بعد خود میرے کمرے میں آیا اور اس کا موڈ سخت خراب تھا۔ اس نے غرا کر کہا۔

”اس طرح منہ اٹھائے کیوں چلے آئے تھے؟“

”سوری مجھے نہیں معلوم تھا کہ اندر کوئی اور بھی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ بریڈ بے زاری سے بولا۔ ”یہ بتاؤ کہ“

میرے کام کا کیا بیانا؟“

”میں یہی پوچھنے آیا تھا۔ تم نے کسی باکس کا ذکر کیا تھا جس میں کتے کو بند کرنا ہوگا۔ وہ باکس کہاں ہے اور میں اس میں کتے کو کیسے بند کروں گا؟“

”باکس ایک گاڑی میں ہوگا اور گاڑی پارل کے گھر کے ساتھ ہوگی۔“ اس نے بتایا۔

”دوسرا سوال، کتا یہ رضا و رغبت اس میں بند کیسے ہوگا؟ اگر اس نے انکار کر دیا تو میں کس طرح اسے مجبور کروں گا؟“

”میں تمہیں ایک پیسٹری دوں گا تم وہ اسے کھلا دو گے تو اس کے بعد وہ تمہاری ہر بات مانے گا۔“

میں دنگ رہ گیا تھا۔ اس کے اور ناش کے منصوبے میں کتنی مماثلت تھی۔ بس فرق اتنا تھا کہ ناش کتے کو پاگل کرنا چاہتی تھی اور بریڈ شاید کوئی ایسی دوا دے رہا تھا جس سے کتا بے ہوش ہو جائے۔ ”پیسٹری کھانے سے کتا بے ہوش ہو

جائے گا؟“

”نہیں! حق صرف اس کی قوت ارادی ختم ہو جائے گی۔“ بریڈ نے بے زاری سے کہا۔ ”اس کے بعد تم جو کہو گے وہ ایسا ہی کرے گا۔“

میں حیران تھا کہ کتے یا دوا شیت کھو سکتے تھے اور ان کی قوت ارادی بھی ختم کی جاسکتی تھی۔ لگتا تھا کہ ناش اور بریڈ نے کتوں پر خاصی تحقیق کی تھی۔ بہر حال بریڈ کی بات مجھے اچھی لگی تھی کیونکہ اس میں سیڈ پاگل ہونے سے بچ جاتا اور بریڈ اسے کہیں بھی لے جاتا۔ یوں میں اپنے ضمیر کے بوجھ سے بھی آزاد ہو جاتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ناش والے منصوبے کے بجائے بریڈ کے منصوبے پر عمل کروں گا۔ اب کتا غائب ہو جانے پر پارل اور ناش اس بارے میں جو رائے بھی قائم کرتے رہیں۔

”وہ پیسٹری کہاں ہے؟“

”میں ابھی لا کر دیتا ہوں۔“ بریڈ نے کہا اور کچھ دیر بعد مجھے تقریباً ویسی ہی پیسٹری لادی جیسی ناش نے دی تھی۔ اصل میں یہ کتوں کے لیے خاص طور سے بنائی جانے والی پیسٹری تھی جو ہر اسٹور سے عام مل جاتی تھی اور تقریباً ہر کتا اسے شوق سے کھا لیتا ہے۔ اس لیے دونوں پیسٹریز ایک جیسی آگئی تھیں۔ بریڈ مجھے پیسٹری دے کر جانے لگا کہ اس نے رک کر کہا۔

”ابھی تم نے میرے کمرے میں جو دیکھا ہے اسے بھول جانا۔ کسی سے اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیا دیکھا ہے؟“ میں نے معصومیت سے پوچھا۔

بریڈ نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر مسکراتا ہوا چلا گیا۔ میں نے اس کی دی ہوئی پیسٹری بھی احتیاط سے رکھ دی۔ ویسے دل تو میرا چاہ رہا تھا کہ یہ پیسٹریاں ان دونوں کو ہی کھلا دوں مگر افسوس میں اس خواہش پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اگلے روز بریڈ نے مجھے بتایا کہ وہ وین لے کر آئے گا جس میں کتے کے لیے باکس ہوگا اور مجھے کتے کو پیسٹری کھلا کر وین تک لانا تھا۔ بریڈ سے باتیں سن کر میں نیچے آیا تو ناش نے مجھے پکڑ لیا۔

”میرے کام کا کیا بیانا؟“

”آج ہو جائے گا۔“ میں نے اسے یقین دلایا۔

اس نے مجھے دھمکی دی۔ ”اگر آج نہیں ہوا تو تم کسی مشکل میں پڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”آسانی میں کب بڑتا ہوں، تمہارا کام کروں تب بھی مشکل ہے اور نہ کروں تب بھی مشکل۔“ میں نے چڑ کر کہا اور



میں سے کون سی ناش نے دی تھی اور کون سی بریڈ نے۔ دونوں ایک جیسی تھیں۔ اب میں ابجھن میں پڑ گیا تھا کہ کیا کروں۔ بریڈ نے پارٹل کو نکل کر جاتے دیکھ لیا تھا اور اب وہ بے تاب تھا کہ میں جلد از جلد کام کر دوں اور وہ کتے کو لے کر یہاں سے چلا جائے۔ وہ ہارن بجانے لگا۔

”صبر کرو۔“ میں نے زپر لب کہا۔ ”ابھی ہارن سن کر محلے والے آجائیں گے۔“

مگر بریڈ بار بار ہارن بجاتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس صورت میں کیا کروں، مجھے کتے کو فرما کر بنانے والی پیسٹری کھلانی تھی اور اگر میں غلطی سے اسے دوسری پیسٹری دیتا تو وہ ممکن ہے پاگل ہو کر سب سے پہلے مجھے ہی بھینٹ ڈالتا۔ جب بریڈ نے کوئی تیسری بار لمبا ہارن دیا تو میں نے ایک فیصلہ کر لیا اور دونوں پیسٹریاں سیڈ کے سامنے ڈال دیں اور وہ ان کو باری باری کھا گیا۔ کھانے کو بلا تو اس کا رویہ مزید دوستانہ ہو گیا اور اس نے زور سے دم ہلانی شروع کر دی۔ میں نے ہمت کر کے باڑھ کے ساتھ لگا دروازہ کھولا اور سیڈ کو پچکار کر باہر بلایا۔

”کم آن بوائے... شاباش باہر آؤ۔“

سیڈ فرمانبرداری سے باہر آ گیا۔ یہ دیکھ کر بریڈ نے وین اشارت کی اور اسے یوں دوڑاتا ہوا لایا جیسے کسی ریس میں حصہ لے رہا ہو۔ اس نے زور دار بریک مارے تو سیڈ بھڑک کر بھونکنے لگا۔ میں نے جلدی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے چپ کرایا۔ بریڈ نے وین کا عقبی دروازہ کھولا اور چلایا۔ ”جلدی سے اسے اندر کرو۔“

وین کے پچھلے حصے میں کوئی باکس نہیں تھا لیکن یہ خود ایک بند خانے کی صورت میں تھا۔ میں نے سیڈ کو اندر جانے کو کہا۔ اس بار بھی اس نے حکم کی تعمیل کی اور جیسے ہی میں نے دروازہ بند کیا بریڈ نے وین دوڑا دی۔ میں فوری طور پر گھر روانہ ہو گیا جہاں ناش میری منتظر تھی۔ اس نے دیکھتے ہی پوچھا۔ ”کیا ہوا تم نے سیڈ کو پیسٹری کھلا دی؟“

”ہاں کھلا دی۔“ میں نے کہا اور مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ مجھے امید تھی کہ جب بریڈ وین کا دروازہ کھولے گا تو سیڈ پر دوسری دوا کا اثر بھی ہو چکا ہوگا اور وہ بریڈ کے ساتھ جو سلوک کرے گا اس کے بارے میں سوچ کر ہی مجھے لطف آرہا تھا۔ ناش بچ گئی تھی لیکن مجھے امید تھی کبھی نہ کبھی مجھے یہ موقع بھی ملے گا اور میں اس سے بھی اپنا حساب برابر کر لوں گا۔

باہر نکل آیا۔ میرا خون کھول رہا تھا۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ خون کا رشتہ اسے کہتے ہیں جس میں آدمی کا کسی کا خون کرنے کو دل چاہے۔ اس وقت میں اس بات کو سمجھا نہیں تھا لیکن اب میری سمجھ میں بہ خوبی آ گیا تھا۔ کیونکہ میرا اپنے بہن بھائی کا خون کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ پارٹل گھر پر تھا اور اس کی موجودگی میں یہ کام ذرا مشکل تھا۔ اگر میں کتے کو بریڈ کی دی ہوئی پیسٹری کھلاتا اور اسی لمحے وہ باہر آ جاتا تو میں پکڑا جاتا۔ اس لیے میں اس کے گھر کے آس پاس منڈلاتے ہوئے اس کے باہر جانے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ایک گھنٹے بعد گلی میں ایک بندوین داخل ہوئی اور مجھے اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بریڈ نظر آیا۔ نہ جانے وہ کس کی وین لایا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا اور اشارے سے پوچھا کہ میں نے کام کیا یا نہیں۔ میں نے اشارے سے بتایا کہ پارٹل گھر پر ہے اور اس کے ہوتے ہوئے یہ کام ذرا مشکل ہے۔ اس کے باہر جانے کا انتظار کر رہا ہوں۔ مگر بریڈ کا صبر چند منٹ میں جواب دے گیا اور اس نے اشارے سے مجھے پاس بلایا۔ جیسے ہی میں وین کے پاس پہنچا اس نے دروازہ کھول کر مجھے اندر بٹھایا۔

”الحق تم اتنی دیر کیوں کر رہے؟“

”پارٹل گھر میں ہے۔“

”اسے جہنم میں جھونکو۔“

”اگر وہ نکل آیا تو مجھے جہنم رسید کر دے گا اور تم فرار ہو جاؤ گے۔“ میں نے کہا۔ ”اگر تمہیں جلدی ہے تو خود کر لو۔“

بریڈ دانت پیس کر رہ گیا کیونکہ وہ اس وقت کوئی ہنگامہ نہیں چاہتا تھا۔ اس نے مجھے دھکا دے کر وین سے اتار دیا۔ ”ٹھیک ہے لیکن جیسے ہی وہ باہر جائے تم اپنا کام کر لینا۔“

میں خود بھی اس مشکل سے جلد از جلد جان چھڑالینا چاہتا تھا۔ میں جتنی دیر یہاں رہتا بلاوجہ لوگوں کی نظر میں آتا رہتا۔ بعد میں پارٹل مجھ پر رشک کر سکتا تھا۔ اس وقت گلی میں زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ بچے اور بڑے اسکول کالج اور دفتر گئے ہوئے تھے۔ میں بے چینی سے پارٹل کے گھر سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ آج گھر سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ بارہ بجے گھر سے نکلا۔ اس نے اپنی کار اشارت کی اور کہیں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں اس کے محرک طرف لپکا اور باڑھ کے پاس جا کر سیڈ کو آواز دی وہ فوراً نمودار ہوا۔ مجھے دیکھ کر اس نے دوستانہ انداز میں دم ہلانی۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پیسٹری نکالی۔ میرے ہاتھ میں دونوں پیسٹریاں آگئیں اور مجھے یاد نہیں آیا کہ ان